جلد02شمارہ18،2025

Article

"An Analytical Study of Partition References in Dr. Ibadat Brelvi's Pen Sketches"

(In the Special Context of the Services of Biographies in the History and Civilization of the Subcontinent)

"ڈاکٹر عبادت بریلوی کے منتخب قلمی خاکوں میں تقسیمِ برِ صغیر کے حوالوں کا تحقیقی مطالعہ"

(برِ صغیر کی تاریخ و تہذیب میں اہلِ خاکہ ہا کی خدمات کے خصوصی تناظر میں)

Muhammad Akram Shad[*1]
[1] Muhammad Akram Shad,
Lecturer, Department of Urdu, Virtual University of Pakistan

محمد اکرم شاد[1]

[1] لیکچرار، شعبہ اردو، ورچوئل یونی ورسٹی آف پاکستان

eISSN: 2073-3674
pISSN: 1991-7813

This is an open-access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Copyright: © 2025 by the authors.

Abstract:

This research article delves into the literary contributions of Dr Ibadat Brelvi, a renowned figure in Urdu literature, specifically focusing on his pen sketches. Dr Brelvi's work offers a unique window into the socio-cultural and political landscape of the subcontinent, particularly during the tumultuous period of the Partition. His pen sketches are not merely artistic portrayals but are rich in historical and cultural references, capturing the essence of the time.

The primary aim of this study is to explore and analyse the references to the Partition found within Dr Brelvi's sketches. By closely examining these texts, the study seeks to uncover the underlying circumstances and sentiments associated with this epochal event. The Partition was a time of upheaval, migrations, communal violence, and deep-seated trauma. Dr Brelvi, through his vivid and honest portrayals of the individuals he encountered, offers invaluable insights into that era's personal and collective experiences.

This article adopts a meticulous and analytical approach, scrutinizing the language, themes, and narrative techniques employed by Dr Brelvi.

The research highlights how his sketches serve as a historical document, reflecting the complexities of identity, displacement, and belonging during the Partition. This study contributes to the broader understanding of Urdu literature's role in documenting and interpreting the Partition, offering a nuanced perspective on this significant historical event through the lens of a distinguished literary figure.

Keywords:

Dr Ibadat Brelvi, Urdu literature, pen sketches, the partition of the subcontinent, socio-cultural landscape, historical references, communal violence, identity and displacement, narrative techniques, literary analysis

یہ تحقیقی مقالہ اردو ادب کی ممتاز شخصیت ڈاکٹر عبادت بریلوی کے قلمی خاکوں پر مبنی ادبی خدمات کا جائزہ لیتا ہے، جس میں خصوصی توجہ برصغیر کی تقسیم کے حوالے سے دی گئی ہے۔ ڈاکٹر بریلوی کے خاکے صرف فنی تخلیقات نہیں ہیں بلکہ یہ تاریخی اور ثقافتی حوالوں سے بھرپور ہیں، جو اُس دور کی سماجی وسیاسی منظرنامے کی عکاسی کرتے ہیں۔

اس مطالعے کا بنیادی مقصد ڈاکٹر بریلوی کے قلمی خاکوں میں موجود تقسیم برِصغیر کے حوالوں کو دریافت کرنا اور ان کا تجزیہ کرنا ہے۔ ان متون کا قریب سے جائزہ لے کر اس تحقیق کا ہدف ان حالات وواقعات کو منظر عام پر لانا ہے جو اس واقعے سے وابستہ تھے۔ تقسیم کا دور بے چینی، ہجرت، فرقہ وارانہ تشدد اور شدید صدمے سے عبارت تھا۔ ڈاکٹر بریلوی نے اپنے دور کے افراد کے حقیقی اور بے باک نقوش پیش کر کے اس عہد کے ذاتی اور اجتماعی تجربات کی بیش قیمت بصیرت فراہم کی ہے۔

یہ مقالہ تجزیاتی طریقہ اختیار کرتے ہوئے ڈاکٹر بریلوی کی زبان، موضوعات اور بیانیہ تکنیکوں کا جائزہ لیتا ہے۔ تحقیق اس بات پر روشنی ڈالتی ہے کہ کس طرح ان کے خاکے ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں، جو تقسیم کے دوران شناخت، نقل مکانی اور وابستگی کے پیچیدہ معاملات کی عکاسی کرتے ہیں۔ یہ مطالعہ اردو ادب کی تقسیم ہند کو دستاویزی اور تفسیری حیثیت میں سمجھنے کے وسیع تر تناظر میں ایک منفرد زاویہ پیش کرتا ہے، اور ایک ممتاز ادبی شخصیت کی نگاہ سے اس اہم تاریخی واقعے کی تفہیم میں معاون ثابت ہوتا ہے۔

کلیدی الفاظ

اردو ادب، ڈاکٹر عبادت بریلوی، قلمی خاکے، تقسیمِ ہند، ہجرت و نقل مکانی، شناخت اور وابستگی، تاریخی دستاویزیت

پروفیسر ڈاکٹر عبادت بریلوی

اردو تحقیق و تنقید کا تذکرہ ہو کہ خاکہ نگاری ک و سفر نامہ نگاری کا، ڈاکٹر عبادت بریلوی اپنی محنت، لگن اور ادبی دیانت کے ساتھ اِن میں اپناوہ مقام پیدا کر گئے ہیں کہ ان کے ذکر کے بغیر یہ تذکرہ نامکمل رہے گا۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کے قلمی نام سے مشہور ہونے والے عبادت یار خان 14۔ اگست 1920 کو خان حکایت یار خان اور محترمہ صغرٰی بیگم کے گھر اُتر پردیش، بریلی کے لودھی پٹھان گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والد کی ملازمت کے سبب سے لکھنئو منتقل ہو گئے پھر وہیں سے پڑھائی کی اور لکھنئو یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ دہلی کے اینگلو عربیک کالج سے تدریس کا آغاز کیا۔ قیامِ پاکستان کے تین سال بعد بابائے اردو مولوی عبدالحق کے ساتھ مشاورت سے بھارت سے ہجرت کر کے لاہور آئے اور اورینٹل کالج، جامعہ پنجاب میں لیکچرار ہوئے۔ قریباً چالیس برس اسی پیشہ پیغمبری سے منسلک رہے، اورینٹل کالج کے پرنسپل کے عہدے تک پہنچے، ڈین فیکلٹی آف آرٹس بھی رہے اور 1980 میں ریٹائر ہوئے۔ ترکی کی انقرہ یونی ورسٹی اور لندن کے سکول آف افریقن اور اینٹل اسٹڈیز میں بھی تدریس کے فرائض انجام دیے۔ دنیائے ادب کے لیے اپنے حصے کا تمام کام کر کے 1998 کو 78 برس کی عمر میں لاہور میں انتقال کیا۔

تحقیق اور تنقید ڈاکٹر عبادت بریلوی کا خاص شعبہ عمل ہے۔ ان کی تصنیف "اردو تنقید کا ارتقا" ان کے لیے وجہِ شہرت بنی۔ اردو زبان و ادب کے باکمال مدرس، دانا و بینا محقق، مایہ ناز نقاد، برتر خاکہ نگار، ماہر سفر نامہ نگار اور حکیم و دانا مترجم تھے۔ ان کی اکثر کتب میں ان کا زیادہ کام تحقیق اور تنقید پر ہے۔ جان ڈیوی کی کتاب کا ترجمہ کرنے کے بعد تھیڈ یس بی۔ کلارک کی ایک کتاب کا ترجمہ اپنی شریکِ حیات بیگم فہمیدہ عبادت کے ساتھ مل کر "دیانت داری کیا ہے" کے عنوان سے کیا۔

یادِ عہدِ رفتہ اور آزادی کے سائے میں

ڈاکٹر عبادت بریلوی تحریک پاکستان، تقسیمِ برِ صغیر اور قیامِ پاکستان کے عینی شاہد ہیں۔ انھوں نے نہ صرف تحریک و تقسیم و ہجرت کے واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ خود بھی کسی نہ کسی حوالے سے ان واقعات کا حصہ رہے۔ "آزادی کے سائے میں" وہ تاریخی تحریر ہے کہ جو ایک رودادِ لہو رنگ ہے جس میں انھوں نے آزادی کے وقت ہونے والی قیامت کا ذکر کیا ہے اور اپنے مشاہدات و تجربات کو قلم بند کیا ہے۔ جب کہ "یادِ عہدِ رفتہ" ان کی خود نوشت ہے جو بلاشبہ قیامِ پاکستان سے پہلے اور بعد کے واقعات کی ایک تاریخی دستاویز ہے جو ایک عینی شاہد نے لکھی۔ جب وہ ترکی کی انقرہ یونی ورسٹی میں ایک پروفیسر کی حیثیت سے تدریسی فرائض انجام دے رہے تھے تو وہاں صرف اردو زبان و ادب ہی کے استاد نہ تھے بلکہ مطالعہ پاکستان کی تدریس بھی کی، گویا وہ قیام پاکستان سے قبل اور بعد کے تاریخی احوال سے بھی اچھی طرح واقف تھے۔ پھر یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تقسیمِ برِ صغیر کے حوالے سے اتنی مستند کتاب (یادِ عہدِ رفتہ) کے ہوتے ہوئے اسی مصنف کی دیگر کتب سے تقسیم کے واقعات کے ٹکڑے از سرِ نو جمع کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ

۱۔ یہ کتاب باقاعدہ تاریخِ برِصغیر یا پاک وہند نہیں لہذا واقعات کے بیان میں اختصار سے کام لیا گیا ہے۔

۲۔ تحریکِ آزادی کے ضمن میں صرف چیدہ چیدہ شخصیات کا تذکرہ کیا گیا ہے خواہ وہ تقسیم کے عمل میں باقاعدہ شامل تھے یا نہیں۔

۳۔ کتاب کے پیش لفظ میں بھی بطور خاص لکھا گیا کہ انھوں نے اختصار سے کام لیا ہے۔

> یہی وجہ ہے کہ اس میں تفصیل کے بجائے جہاں تک ہو سکا ہے، اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ البتہ جگہ جگہ اشاروں اور کنایوں میں بہت کچھ کہنے کی کوشش کی گئی ہے۔(۱)

تحقیق کا مقصد تقسیم برِصغیر سے جڑے ہوئے واقعات کے ساتھ ساتھ ان شخصیات کو بھی زیرِ بحث لانا ہے جو ان کے خاکوں کا موضوع ہونے کے ساتھ ساتھ تحریکِ پاکستان کے رکن بھی رہے، اور اس عہد کی تہذیب و معاشرت و روایت کا عکس و حصہ بھی رہے۔ اس طرح ہم ایک ادبی شخصیت کے قلم سے تاریخ کو بے نقاب کر سکتے ہیں اور تاریخی ادبی شخصیات کو بھی۔

ادبی خاکوں میں احوالِ تقسیم برِصغیر اور منتخب صاحبانِ خاکہ ہا کی خدمات

سب سے پہلے جس صاحبِ خاکہ کی شخصیت کا ذکر کرنا ضروری ہے وہ ڈاکٹر عبادت بریلوی کے خاکوں کی آخری کتاب میں ہے مگر یہاں مقدم ہے اور وہ شخصیت بانی پاکستان، بابائے قوم، قائدِاعظم محمد علی جناح ہیں۔ ان کی ذات کسی تعارف کی محتاج ہے نہ ان کی خدمات تاہم ان کے بارے میں ڈاکٹر عبادت بریلوی نے چوں کہ از حد عقیدت و احترام کا اظہار کیا اور ان کے دیدار کو شرف اور ملاقات کو خوش بختی قرار دیا ہے تو ان کی خدمات کا تذکرہ قدرے کیا جاتا ہے۔ قائدِاعظم مدلل بات کرتے، اسلامی تعلیمات کو نصب العین بناتے اور کسی طور چنگیزی کو فروغ نہ دیتے۔ لکھنؤ کنونشن 1946 میں ایک صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہم وطن کے حصول کے لیے خون کے دریا بہادیں گے اور چنگیز اور ہلاکو خاں کا نقشہ پیش کریں گے تو اس پر قائدِاعظم نے مسلمان قوم کی تربیت کرتے ہوئے کہا خون بہانے اور چنگیز وہلاکو بننے سے کسی کو کچھ حاصل نہیں ہوا۔ فرمایا:

> ہم مسلمان ہیں، اسلام کے اصولوں پر ایمان رکھتے ہیں، اور انھیں کو مشعلِ راہ بنا کر آگے بڑھنا ہمارا نصب العین ہے۔ ہر مسلمان اچھا انسان بھی ہوتا ہے۔ وہ خدا سے ڈرتا ہے۔ انسانوں کا احترام کرتا ہے اور زندگی کو بہتر بناتا ہے۔ (2)

یہاں ایک طرف بیسویں صدی کی معاشرت و تہذیب کا نقشہ ابھرتا ہے تو دوسری طرف ایک توازن کی صورت بھی سامنے آ جاتی ہے۔ یہ تو قائدِاعظم کی بصیرت تھی کہ وہ معاملات کو متوازن رکھنا جانتے تھے ورنہ آل انڈیا مسلم لیگ تو ان سے پہلے بھی ایک چوتھائی

صدی رینگ ہی رہی تھی۔ مگر اس خاکے میں قیامِ پاکستان کے بعد کے حالات بھی قیامتِ کبریٰ سے کچھ کم نہ تھے جنھیں قائدِ اعظم نے آخر سنبھال لیا لیکن قیامِ پاکستان کے بعد دلی اور ہندوستان کے دوسرے حصوں میں کیا ہوا، یہاں دیکھا جا سکتا ہے:

لاکھوں قتل ہوئے کروڑوں بے گھر ہو گئے۔ میں بھی رفیوجی ہو گیا۔ دلی کے پرانے قلعے میں پناہ لی۔ وہاں میدانِ حشر کا منظر دیکھا۔ بڑا روح کش ماحول تھا۔ کئی دن تک لوگ بھوکے پیاسے رہے۔ قائدِ اعظم کی بصیرت یہاں بھی کام آئی۔ انھوں نے حکومتِ پاکستان کے ملازموں کو کراچی لے جانے کے لیے بی او اے سی کے جہاز چارٹر کیے تھے۔ وہ جب کراچی سے واپس آتے تو اپنے ساتھ کھانے پینے کی چیزیں لے آتے،(3)

برِ صغیر میں دو سیاسی جماعتیں اپنے عوام کی آزادی کے لیے پوری شد و مد سے کوشاں تھیں۔ ایک تو کانگریس تھی جو خود کو پورے متحدہ ہندوستان کی جماعت کہتی مگر صرف ہنود کا مفاد پیشِ نظر رکھتی اور دوسری جماعت آل انڈیا مسلم لیگ تھی جو واقعتاً ہندوستان کے مسلمانوں کی حریت اور بہتری کے لیے مساعی عمل میں لا رہی تھی لیکن جماعتوں کے اندرونی حالات میں تب بھی خلا موجود تھے۔ مولانا حسرت موہانی کے خاکے میں اس کا ایک ہلکا سا اشارہ موجود ہے:

وہ کانگریس میں رہے لیکن ہندو مسلم مسائل میں ہمیشہ کانگریس کی مخالفت کی۔ مسلم لیگ میں رہے لیکن بہت سے معاملات میں مسلم لیگ کے بڑے بڑے رہنمائوں سے ان کی زندگی لڑتے ہوئے گزر گئی۔(4)

تقسیمِ ہند کے دیگر پہلوؤں میں ایک اہم پہلو مردم شناسی کا فقدان بھی تھا۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کا عہد بیسویں صدی ہے جو ہر دو سیاسی اور ثقافتی لحاظ سے متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں کی تاریخ میں بے انتہا اہمیت رکھتا ہے۔ یہی وہ دور ہے جس میں وہ تاریخی شخصیات ہمارے سامنے آئیں کہ جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذمہ داری ہی گویا تاریخ سازی تھی۔ مگر بعض اوقات ایسی شخصیات پہ بھی وہ حالات گزرے کہ وہ اپنے بے پایاں اخلاص کے باوجود نہ خود سے کسی کو سمجھا کر اپنا آپ واضح کر سکے، نہ کسی نے انھیں معاصر حالات میں سمجھنے کی کوشش کی جس سے بہت سی غلط فہمیاں بھی پیدا ہوئیں اور انھیں مشکوک نظروں کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ انھی میں سے ایک مولانا ابو الکلام آزاد ہیں جن کی خاکہ نگاری میں ڈاکٹر بریلوی لکھتے ہیں:

لیکن ان کا المیہ یہ تھا کہ وہ ہندوؤں کے نزدیک ہندوستانی ہونے کے باوجود مسلمان تھے اور مسلمانوں کے نزدیک مسلمان ہونے کے باوجود ہندوستانی تھے۔ اس صورت حال نے ان کی پوری زندگی کو ایک المیہ بنا دیا۔(5)

انگریزوں نے تو انھیں اور ان جیسی حریت پسند شخصیات کو قید و بند کی تکلیفیں دیں ہی، اپنوں نے بھی امتحانات میں ڈالے رکھا۔ لیکن بہر حال اللہ تعالیٰ نے ان سے ہندوستان کے مسلمانوں کی جان بچانے کا کام لیا لیکن فسادات کو وہ بھی نہ روک سکے۔ کیوں کہ خود

مسلمان افسر ان کو ان دنوں اپنی اپنی جانوں کے لالے پڑے ہوئے تھے۔ ایسی صورت میں دیگر مسلمان مزید جانی ومالی نقصانات کے حامل ٹھہرے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی بتاتے ہیں کہ ان دنوں دلی کا چیف کمشنر مسلمان تھا جس کا نام خورشید حسن خان تھا وہ اس خون ریزی کا مقابلہ نہ کر سکا اور ہنود کی خوشامد کرنے لگا:

> کیوں کہ مولانا کے بقول اس نے اپنے آپ کو بچانے کے لیے ہندو افسروں اور لیڈروں کی خوشامد شروع کر دی جگہ جگہ ہنگامے شروع ہو گئے۔ ان ہنگاموں کو فرو کرنے کے لیے پولیس اور فوج کے جو سپاہی بھیجے جاتے تھے، وہ مسلمانوں کا قتلِ عام کرتے تھے۔(6)

ایک اور پہلو بھی تھا کہ آزادی کے مجاہدوں کو کچلنے کے لیے تو انگریز نوابوں اور راجوں کو خرید لیتے یا سر نگوں ہونے پر مجبور کر دیتے تھے اور بعض مخبروں کو پیسے، عہدے اور خطاب کا لالچ دے کر انھیں اپنے ساتھ ملا لیتے۔ تحریکِ آزادی کے متوالوں کو گمراہ کرنے کے لیے انگریز نے ادیبوں کو بھی خریدنا شروع کر دیا۔ بیسویں صدی میں جہاں اور بہت سی تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں وہیں ادب میں بھی بدلاو آ رہا تھا۔ ادیب اپنی قوم کی آواز ہوتا ہے یا اپنی قوم تک آواز پہنچانے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ انگریز یہ بات جان گئے تھے کہ برِ صغیر کے لوگ سخن پسند و سخن فہم ہیں تو انھوں نے ادیبوں کو بھی خرید کر قوم کو گمراہ کرنے کا گھناونا کام شروع کر دیا۔ مجاز کے خاکے میں ڈاکٹر عبادت بریلوی نے جنگِ تسلط کے اس پہلو سے بھی نقاب الٹا ہے مگر آزادی کے اس نازک مرحلے پر انھوں نے خود کو انگریزوں کے ہتھکنڈوں سے محفوظ رکھا:

> حکومت کی پرورش کو وہ شاعر کی توہین سمجھتے تھے۔ جنگ کے زمانے میں انگریزوں کی حکومت یہ ہتھکنڈے استعمال کر رہی تھی اور اس نے بہت سے شاعروں اور ادیبوں کو خرید لیا تھا۔(7)

شاعر تو کسی معاشرے کی عظمت کا نشان ہوتا ہے، وہ قوم کو ایک منزل کی نشان دہی کر کے اس کا رستہ سمجھاتا ہے لیکن ساتھ ہی وہ دیگر لوگوں کی نسبت زیادہ حساس ہوتا ہے اور اس کی حساس حسیات جو سمجھتی ہیں وہ اس کی زندگی کا جزو لاینفک بن جاتا ہے۔ جن شعرا نے تقسیمِ ہند کے خونیں مناظر کو دیکھا اور ان میں سے گزرے ہیں ان میں ایک نام ناصر کاظمی کا ہے جنھوں نے تقسیم کے کونچکاں نتائج کو اپنی زندگی کا حصہ تو بنایا ہی ساتھ اس کے مختلف پہلوؤں کو اپنی شاعری میں بیان بھی کیا۔ یہ ایک ادبی تاریخ ہے جو تقسیمِ ہند، قیامِ پاکستان اور سانحات بعد از تقسیم کے متعلق بھرپور معلومات فراہم کرتی ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کے ناصر کاظمی سے اچھے تعلقات تھے۔ ان کے حوالے سے ان کے خاکے میں ان سانحات کو بیان کرتے ہیں جو ناصر نے دیکھے اور جن سے ان کے نقوش ناصر کے دل، دماغ اور حواس پر ہمیشہ کے لیے نقش ہو گئے:

اس نے گھروں کو لٹتے، انسانوں کو قتل ہوتے، بوڑھوں، جوانوں، اور بچوں کو خون میں لَوٹتے، بستیوں کو اجڑتے اور شہروں کو ویران ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔ نہ جانے کتنی قیامتیں اس کی آنکھوں کے سامنے گزری تھیں۔(8)

قیامِ پاکستان جیسے کسی کو بھانہ رہا تھا۔ تقسیم کے عمل کے بعد تو جو ہوا سو ہوا، اس سے پہلے ہی ہنگاموں نے مسلم اکثریت کے علاقوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ ایسے ماحول میں تعلیم تک محفوظ نہ رہ سکی۔ محمد حسن عسکری کے خاکے میں ڈاکٹر عبادت بریلوی نے پنجاب، یوپی اور دلی میں ہنگاموں کے بارے میں ذکر کیا ہے کہ یہ فسادات اگست 1947 سے پہلے ہی پھوٹ چکے تھے۔ بڑے بڑے لوگوں کو جانیں بچانے کے لیے پناہ گاہیں تلاش کرنا پڑیں اور اس آگ اور خون کے دریا کو پار کرنا پڑا۔ اگست 1947 کا ذکر کرتے ہوئے اسی خاکے میں لکھتے ہیں:

> اس سے قبل ہی وسیع پیمانے پر فسادات شروع ہوگئے۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کیا جائے۔ پہلے امر تسر میں ہنگامہ ہوا۔ پھر یوپی کے مغربی اضلاع میں فسادات کی آگ پھیل گئی اور آخر دلی بھی اس کی لپیٹ میں آگیا۔ کالج بند ہوگئے اور علمی اور تعلیمی زندگی مفلوج ہو کر رہ گئی۔ عسکری صاحب اگست کے آخر میں میرٹھ چلے گئے اور ہم لوگ رفیوجی ہونے اور اپنی اپنی جانیں بچانے کی غرض سے پرانے قلعے میں پناہ لینے کے لیے دلی میں رہ گئے۔(9)

یہ وہ فسادات ہیں، یہ ایسی تقسیم ہے جس کا انتشار اہلِ برِ صغیر کے اندر بھی تھا اور باہر بھی۔ ڈاکٹر بریلوی جوش ملیح آبادی کے خاکے میں خود بتاتے ہیں کہ وہ شاعرِ انقلاب ضرور تھے مگر انھیں سیاست سے کوئی دلچسپی نہ تھی اور اگر کسی سیاسی بات پر انھیں اظہارِ خیال کرنا پڑ بھی جاتا تو اس کے پیچھے بھی عام انسانوں کی بھلائی اور فلاح کا جذبہ ہی کار فرما ہو تا کیوں کہ ان کے نزدیک سیاست وہی جو انسانوں کے قریب تر ہو۔ اس کے باوجود برصغیر کے حالات ایسے ہو چکے تھے کہ جوش جیسے انسان نے بھی تادمِ مرگ انگریزوں کی مخالفت کی اور قوم نے جس تحریک میں بھی ان کا ساتھ مانگا انھوں نے کھلے دل سے اس تحریک میں شرکت کی۔ تقسیمِ ہند نے گویا کہیں کا نہ چھوڑا۔ آنے والی آزادی نے انھیں جھنجھوڑ کے رکھ دیا:

> خاص طور پر صوبوں کی جو تقسیم ہوئی اور اس سلسلے میں انگریزوں اور ہندوؤں نے جو سازشیں کیں اور جس کے نتیجے میں خون کے دریا بہائے گئے۔ قتل و غارت گری کا بازار گرم ہوا۔ لاکھوں انسان موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ کروڑوں ادھر سے اُدھر ہو کر تتر بتر ہو گئے۔ عورتوں کی جو آبروریزی ہوئی اور انسان جس طرح درندہ بن گیا (10)

جوش نے بہر حال اپنے حصے کا کام ضرور کیا۔ چوں کہ انگریزوں کے پکے دشمن تھے جنھوں نے دھوکے سے پورے برِ صغیر کو اپنی غلامی پر مجبور کیا اور ہندوستان کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا گویا برِ صغیر کے گلستان کو ویرانے میں تبدیل کر کے رکھ دیا۔ دوسری جنگِ

عظیم کے موقعے پر جوش نے انگریزوں کے خلاف ایک نظم لکھی جس کا عنوان تھا "ایسٹ انڈیا کمپنی کے فرزندوں کے نام"۔ تاج برطانیہ نے نہ صرف اس سخت نظم کی اشاعت پر پابندی لگا دی بلکہ اسے ضبط کر کے ان کے گھر کی تلاشی بھی لی اور یہی عکس تھا اس وقت کے معاشرے کا کہ برطانوی حکومت ہر اس باب کا سدِباب کرتی تھی جس سے ان کے مفادات کو ٹھیس پہنچنے کا احتمال بھی ہو۔

بیسویں صدی برِصغیر کے مسلمانوں کی تہذیب، زبان و ادبِ اردو اور فکری رجحان کے حوالے سے از حد اہم رہی ہے۔ ادبا و شعرا اپنی زبان و تہذیب سے وابستگی اور ترجمانی کے لیے علمی و ادبی محافل کا انعقاد بڑی چاہت اور باقاعدگی سے کیا کرتے مگر تقسیم کے عمل نے اس تہذیب کو بھی نہ بخشا۔ آج وہ ادبی محفلیں، وہ مشاعرے تاریخ کا حصہ بن کر رہ گئے ہیں اگرچہ ان جیسے مشاعروں کا اہتمام قیامِ پاکستان کے بعد بھی کیا جاتا رہا:

> لیکن پھر ہندوستان تقسیم ہو گیا۔ 47 میں اسلامیانِ ہند پر جو قیامت ٹوٹی، اس نے دلی کی ان محفلوں کو درہم برہم کر دیا۔(11)

برِصغیر کی تقسیم کا یہ عمل فقط قربانیوں کے بعد ہی مکمل نہیں ہو گیا تھا بلکہ اس عمل میں دیگر بھی بہت سے عناصر کار فرما تھے جن میں سے کچھ کا ذکر ڈاکٹر عبادت بریلوی نے اپنے ایک خاکے "فیض صاحب" میں بھی کیا ہے جب دوسری جنگِ عظیم نے دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ برِصغیر کے لوگ کسی خاص بے چینی کا شکار تھے اور ہر طرف ایک افراتفری، ایک اضطراب اور فسادات نے قدم جما لیے تھے۔ برصغیر کے سیاسی رہنما صرف اس لیے جیلوں میں قید کر دیے گئے کہ انھوں نے انگریز کی اس بات کی مخالفت کی تھی کہ یہ جنگِ عظیم تو انسانیت اور قیامِ امن کے لیے ہے۔ انھی دنوں ترقی پسند اور اشتراکی ادیبوں نے انگریز حکومت کی اسی بات کی تائید کی جس کے نتیجے میں انھیں رہا تو کر دیا گیا مگر حقائق سب کے سامنے تھے:

> لوگوں کو اس حقیقت کا احساس تھا کہ اس جنگ کو جیتنے کے لیے برطانوی حکومت نہ صرف ہندوستان کی دولت پانی کی طرح بہاتی جا رہی ہے۔ بلکہ ان کے سپوت بھی چند سکوں کے عوض جنگ کے مختلف میدانوں کو اپنے خون سے سیراب کر رہے ہیں۔ اس احساس نے نوجوانوں کے دلوں میں برطانیہ کے خلاف نفرت کی ایک آگ سی بھڑکا دی تھی اور وہ بپھرے ہوئے تھے۔(12)

برطانوی حکومت کا یہی سب سے تلخ پہلو تھا کہ فائدہ ہو تو صرف انگریز کا اور نقصان ہو تو صرف برِصغیر والوں کا۔ انھوں نے اپنے فائدے کے لیے ہماری دولت ہی نہیں، جانیں بھی لوٹ لی تھیں۔ ایسے میں کب تک کوئی اپنی آنکھوں اپنی بربادی کا تماشا دیکھے؟ پھر جنگِ آزادی جیسے واقعات کا ہونا لازمی تھا خواہ نتائج کچھ بھی ہوں۔ آزادی جب آتی ہے تو تنہائی تو لاتی ہے مگر تنہا نہیں آتی۔ بلاؤں کا سیلاب لے کر آتی ہے۔ "بلونت سنگھ" ڈاکٹر عبادت بریلوی کا وہ خاکہ ہے جو اُس پر آشوب دور میں تنہائی کی معلومات فراہم کرتا ہے:

> آزادی اپنے ساتھ ایک سیلابِ بلا لائی تھی۔ ویسے ایک ہنگامہ تھا۔ چپے چپے پر انسان ہی انسان تھے۔ آبادی کئی گنی زیادہ ہوگئی تھی لیکن ہم مزاج انسان کا ملنا ایک معجزہ تھا۔(13)

جنگِ آزادی کا ذکر آتے ہی ذہن میں ایک خیال کا آنا فطری ہے اور وہ مسلمانانِ برصغیر کے ساتھ امتیازی سلوک کا روا رکھا جانا ہے۔ 1857 سے لے کر 1957 یعنی جنگِ آزادی سے لے کر آزادی کے 10 برس بعد تک متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ ناروا سلوک کے لحاظ سے کچھ نہیں بدلا بلکہ کسی قدر صورت حال اب بھی ویسی ہی ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے جہاں مسلمانان ہند کے لیے فسادات اور ہنگاموں کا ذکر کرتے ہوئے ان کے قتلِ عام کی شہادتیں دی ہیں وہیں ان کے ساتھ ناروا سلوک، حکومتی ناانصافی، ظلم و بربریت و قید و بند کی صعوبتیں اور بہت سی پابندیوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ ملازمت کے حوالے سے ہی اپنے ایک خاکے "آغا حسن" میں لکھتے ہیں:

> موجودہ حالات میں ملازمت کا ملنا آسان نہیں۔ خاص طور پر مسلمانوں کو بڑی ہی سنگین صورت حال ہے۔(14)

یہ بات بیسویں صدی کی چوتھی دہائی کی ہے۔ بلکہ اس کے بعد صاحبِ خاکہ کے حوالے سے یہ بھی بتاتے ہیں کہ وہ اس دور میں لکھنؤ یونی ورسٹی سے ایم اے ایل ایل بی کر چکے تھے مگر پھر بھی مسلمان ہونے کے سبب سے ملازمت کی یہ امید ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر معقول ملازمت نہیں ملتی تو پھر محمود آباد سٹیٹ میں کچھ کام کر کے گزارا کر لیں گے۔ اس کے علاوہ بھی اگر کوئی دیکھنا چاہے کہ اچھے خاصے یونی ورسٹی لیول کے پڑھے لکھے مسلمان متحدہ ہندوستان میں کون کون سے کام کرتے تھے یعنی کون کون سے امور انھیں میسر تھے یعنی کس کس شوق میں غرق ہونا شروع ہوگئے تھے تو اس کا ثبوت خاکہ "مرزا منان اللہ بیگ" میں بآسانی دستیاب ہے:

> طرح طرح کے کبوتر انھوں نے پال رکھے تھے۔ کچھ اڑنے والے، کچھ صرف دیکھنے کے لیے مثلاً شیرازی اور لقا وغیرہ۔ ان کے علاوہ لال، طوطے اور قسم قسم کی چڑیاں جو ہر وقت چہچہاتی رہتی تھیں۔(15)

بیسویں صدی کا دور سیاسی سرگرمیوں، ادبی محافل اور قومی تحاریک سے بھرپور دور تھا۔ جو حضرات سیاسی آدمی نہیں تھے مگر سیاست سے انھیں دلچسپی ضرور تھی، ان کا ذکر بھی ڈاکٹر عبادت بریلوی نے کیا اور اسی طرح کہ حقیقت کو حقیت ہی رہنے دیا۔ ان شخصیات میں، میاں بشیر احمد، ڈاکٹر سید عبد اللہ، جوش، سید وزیر الحسن عابدی، ڈاکٹر تاثیر، ڈاکٹر باقر وغیرہ ہیں جن کے خاکوں میں درج ہے کہ انھیں سیاست سے گہری دلچسپی رہی، وہ روشن خیال تھے البتہ بعض مجبوریوں کے سبب سے عملی سیاست میں حصہ لینے سے قاصر رہے البتہ اپنے حصے کا کام ضرور کیا جس میں اپنے قلم اور زبان کے ذریعے سے مجاہدینِ آزادی کو جوش دلانا، تحریکِ آزادی کے لیے لوگوں کو تیار کرنا، مسلمانانِ برصغیر تک حقائق پہنچانا وغیرہ شامل ہیں۔ بہر حال تقسیمِ برصغیر کا موقع آگ اور خون کا دریا تھا جو بھی مسلمان قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان آئے وہ اس دریا کو پار کر کے ہی آئے ہیں۔ جو مسلمان ہندوستان میں رہ گئے تھے، انھیں اب ہر طرف صرف اجنبیت ہی نظر آتی تھی۔ سید وقار عظیم کے خاکے میں انھوں نے اس کا اظہار بھی کیا:

میں نے انھیں خدا حافظ کہا، اور وہ ناساز گار حالات کے باوجود خیریت سے کراچی پہنچ گئے جہاں سے انھوں نے کئی سال تک "ماہِ نو" نکالا۔ میں مجبوراً تقسیمِ ہند کے موقع پر برپا ہونے والے آشوبِ قیامت کو برداشت کرنے کے لیے کچھ عرصے دلی ہی میں رہا جب آگ اور خون کے دریائوں کو تیر کر لاہور پہنچا تو وقار صاحب اس وقت "ماہِ نو" کی ملازمت کو چھوڑ کر استاد کی حیثیت سے اورینٹل کالج لاہور میں آ گئے تھے۔(16)

حالانکہ دلی میں میرا دل نہیں لگتا تھا۔ دلی اب پہلے کی سی دلی نہیں رہی ہر طرف ہندو اور سکھ نظر آتے ہیں۔ وقفے وقفے سے فساد بھی ہوتا رہتا ہے۔ ایسے میں جی کیسے لگتا۔(17)

در حقیقت مسلمانانِ برصغیر خود کو مسلمانانِ ہند کہلوانے سے ہی احتراز کرتے تھے اور اسلام کے نام پر ایک اسلامی ریاست کے باشندے کہلانا چاہتے تھے یعنی وہ خود کو پاکستانی کہلانا چاہتے تھے۔ بعض حضرات تو اس معاملے میں بہت راسخ بھی ہو چکے تھے جن میں پاکستانیت نے اپنا مستقل وجود قائم کر لیا تھا۔ اس سلسلے میں اگر سید وزیر الحسن عابدی کا خاکہ دیکھا جائے تو ڈاکٹر عبادت بریلوی نے پاکستانیت کے ایک نئے وجود اور زاویے سے ہمیں روشناس کرایا ہے۔ عابدی صاحب جو قیامِ پاکستان کے وقت ایران میں ڈاکٹریٹ کے لیے گئے تھے، انھوں نے ایران میں اپنے لیکچروں سے پاکستان کی حقیقت، حیثیت اور نظریے کو واضح کیا۔ ایرانی دانشوروں کے نزدیک ہندوستانی نظریات کے پرچار کی جو مساعی ہندوستانی سفارت خانے کی طرف سے عمل میں لائی گئیں عابدی صاحب نے ان سب کو خاک میں ملا دیا اور یہ ان کا ایک کارِ نمایاں ہے۔

عابدی صاحب بڑے کٹر پاکستانی تھے۔ اس لیے قیامِ پاکستان کے فوراً بعد انھوں نے تہران میں اپنے پاکستانی ہونے کا اعلان کیا، اور ہندوستانی پاسپورٹ کو خیرباد کہہ کر پاکستانی پاسپورٹ حاصل کر لیا اور ایران میں پاکستان کا کام کرنے لگے۔(18)

جب تحریکِ پاکستان اور آزادی کے لیے جدوجہد اپنے عروج پر تھی ہر مسلمان صرف ایک ہی خواہش لیے بیٹھا تھا اور وہ خواہش تھی "پاکستان"۔ تشکیلِ پاکستان کا خواب تو ہر ایک مسلمان کا تھا مگر حالات ابھی تک واضح نہیں ہو پا رہے تھے۔ تاہم جلسے اور جلوس بھی نکالے جا رہے تھے، سیاست اپنے شباب پر تھی اور مذاکرات کا بھرپور سلسلہ چل رہا تھا۔ کبھی کبھار مسلم لیگ اور کانگریس میں یگانگت کا ماحول بھی دیکھنے کو ملتا مگر وقتی:

انھوں نے جوبلی (جامعہ ملیہ اسلامیہ) کے جلسوں میں کانگریس اور مسلم لیگ دونوں جماعتوں کے لیڈروں کو مدعو کیا تھا۔ اس میں قائدِ اعظم اور گاندھی جی دونوں نے شرکت کی تھی اور اس کی بدولت وقتی طور پر خاصی یگانگت کا موحول پیدا ہو گیا تھا۔(19)

لیکن دونوں کے نظریات، منشور اور مقاصد میں خاصا فرق تھا جس کی وجہ سے یہ یگانگت مستقل نہیں ہو سکتی تھی اور جس کا زندہ ثبوت قیامِ پاکستان کے وقت ہی نظر آ گیا جب ہندوستان میں ہر طرف فسادات کا آغاز ہوا جن کا شکار صرف اور صرف مسلمان ہوئے۔ علمی مراکز تک غیر محفوظ ہو گئے۔ زندگی کا ہر رستہ موت کی طرف جانے لگا اور ایک ہی حل باقی رہا جو کہ ہجرت تھا۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے تحریک، تہذیب، تقسیم، فسادات اور انتشار کے ساتھ ہجرت کو بھی جا بجا بیان کیا ہے۔ پروفیسر خواجہ منظور حسین اور مولانا حامد علی خان کے خاکوں میں بھی یہی منظر نامہ ہے کہ پاکستان کا قیام عمل میں آتے ہی ہندوستان میں وہ فسادات پھوٹے کہ مسلمان انتشار کا شکار نظر آنے لگے:

> علی گڑھ جو مسلمانوں کا سب سے بڑا مرکز تھا، اس کی بنیادیں بھی ہل گئیں۔ بڑے بڑے عالم اور پروفیسر پاکستان کی طرف ہجرت کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔(20)

> بیشتر ادیب پاکستان جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ دلی میں فسادات کی آگ بھڑکنے لگی اور کشت و خون کا ایسا بازار گرم ہوا جس نے نادر و ابدالی کے قتل عام کی یاد تازہ کر دی۔ دلی کے مسلمان لاہور اور کراچی جانے کے لیے رختِ سفر باندھنے لگے۔(21)

اب اگر قیامِ پاکستان کے بعد کے پہلو کا ذکر کیا جائے تو نئی ریاست کو بھی بہت سے مسائل سے دوچار ہونا پڑا۔ کئی عمارات جلی ہوئی ملیں، مولانا صلاح الدین احمد کا کتب خانہ تک جلا دیا گیا، قائدِ اعظم کا جلد انتقال فرما جانا، مہاجرین کے مسائل، حکومتی ڈھانچے کی تعمیرِ نو، فنڈ کی کمی وغیرہ لیکن الحمد للہ جلد ہی اللہ تعالٰی کی ذات نے اپنے بندوں کو فان مع العسر یسرا کے وعدے پر آسانی اور امن عطا فرما دیا۔ یہاں تک معاملہ درست تھا مگر پھر تکمیل کے بعد امور تنزلی کی طرف بھی تو آتے ہیں اور انھی لوگوں میں مادیت بھی آ جایا کرتی ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی اس صورت حال کو یوں بیان کرتے ہیں:

> اب طوفان گزر چکا ہے۔ حالات نسبتاً بہتر ہیں۔ بظاہر امن ہو گیا ہے۔ لیکن ابھی تک انتشار بہت ہے۔ جیسے جیسے وقت گزرے گا حالات معمول پر آتے جائیں گے۔(22)

> لیکن لاہور آنے کے بعد چند مہینے تک میری ان سے ملاقات نہ ہو سکی۔ اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ شروع شروع میں اس شہر میں کچھ اکھڑا اکھڑا سا تھا۔(23)

اہلِ وطن نے اس کی اہمیت کو محسوس نہیں کیا، اس لیے کہ وہ مادیت کے پیچھے دوڑنے لگے اور حسن و جمال سے لطف اندوز ہونے اور اس سے روحانی تسکین حاصل کرنے کا خیال مادہ پرستی نے ان کی آنکھوں سے او جھل کر دیا۔ جس کے نتیجے میں وہ بہیمیت اور درندگی کے راستے پر گامزن ہو گئے۔(24)

نتائج

یہ تحقیقی مضمون بیسویں صدی کے تناظر میں اردو ادب اور تاریخ کے گہرے ربط کو واضح کرتا ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کے قلمی خاکے، جو محض فن پارے نہیں بلکہ تاریخی دستاویزات کی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں انھوں نے تقسیم ہند کے واقعے کو ایک گہرے اور ذاتی تجربے کے طور پر بیان کیا ہے۔ ان کے یہ خاکے اس دور کے سماجی، سیاسی اور ثقافتی حالات کا ایک عکاس ہونے کے ساتھ اردو ادب کی تاریخ میں ایک اہم مقام رکھتے ہیں، جسے تاریخ پاکستان بھی کہیں تو بے جا نہ ہو گا۔ ڈاکٹر بریلوی نے اپنی تحریروں میں نہ صرف تقسیم کے واقعات کو بیان کیا ہے بلکہ اس کے نتیجے میں ہونے والی انسانی تباہی، ہجرت، اور معاشرتی تبدیلیوں کو بھی بڑی عمدگی سے بیان کیا ہے۔ انھوں نے ہر صاحبِ خاکہ کو بڑی دیانت داری سے وضاحتی پیرائے میں بیان کیا ہے۔

یہ واضح ہے کہ ان کے خاکے ایک تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں جو تقسیم کے دوران ہونے والے واقعات، انتشار، ہجرت وابستگی کے پیچیدہ مسائل کی عکاسی کرتے ہیں۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی نے اپنی تحریروں میں تقسیم کے بعد کی سماجی صورتحال کو بے نقاب کرتے ہوئے اس دور کی مشکلات اور پریشانیوں کو بھی بخوبی پیش کیا ہے۔ وہ خود بھی چونکہ تحریکِ پاکستان اور ہجرت کا حصہ رہے ہیں اس لیے یہ واقعات ان کے ذاتی تجربات ہیں اور عینی شاہد کا بیان ہونے کے سبب سے ان کی یہ تاریخی دستاویز تقسیمِ ہند اور قیامِ پاکستان کی اہم ترین دستاویزات میں سے ہے۔ انھوں نے قائدِ اعظم محمد علی جناح کے خاکے میں ان کے کردار اور بصیرت کا تذکرہ کیا ہے، جس میں قائدِ اعظم کے ذریعے مسلم قوم کی تربیت اور ان کی قیادت کے حوالے سے اہم واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔

اس مضمون میں تقسیمِ برصغیر کے دوران پیش آنے والے فسادات، ہجرت اور فرقہ وارانہ تشدد کے حوالے سے بھی تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی کے خاکوں میں ان شخصیات کو بھی شامل کیا گیا ہے جو تقسیم کے عمل میں شامل تھیں یا اس کے اثرات کو برداشت کر رہی تھیں۔ مثال کے طور پر، مولانا حسرت موہانی، مولانا ابو الکلام آزاد، محمد حسن عسکری، اور جوش ملیح آبادی جیسی اہم شخصیات کے خاکے اس مضمون میں شامل ہیں، جنھوں نے اس دور کے تجربات کو اپنی زندگی کا حصہ بنایا۔ ان کے خاکے تقسیم کے دور کے پیچیدہ مسائل کو بھی اجاگر کرتے ہیں جیسے کہ مذہبی اختلافات، سیاسی تقسیم، اور انسانیت سوز واقعات۔ ان خاکوں میں انگریزوں کی سیاست، ہندوستان کی تقسیم کے بعد کے حالات، اور ادبی اور سیاسی شخصیات کے کردار کو بھی نمایاں کیا گیا ہے۔

الغرض ڈاکٹر عبادت بریلوی کے خاکے اور تصانیف تقسیمِ برصغیر کے اہم تاریخی اور ادبی حوالے کے طور پر اہمیت رکھتی ہیں۔ ان کی تحریریں اس دور کے ذاتی اور اجتماعی تجربات کی گہری عکاس ہیں اور اردو ادب میں ایک منفرد مقام کی حامل ہیں۔ اس تحقیقی مطالعہ میں تقسیم کے دوران کی سماجی اور سیاسی پیچیدگیوں اور مسائل کو بھی سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے اور قیامِ پاکستان کے بعد کے تغیرات کو بھی تاریخ کے جھروکوں سے ایک ادبی شخصیت کے ذریعے بے نقاب کر کے دکھایا گیا ہے۔

حوالہ جات

1۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، یادِ عہدِ رفتہ، لاہور: ادارہ ادب و تنقید، 1988، ص8

2۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، شجرہائے سایہ دار، لاہور: ادارہ ادب و تنقید، 1991، ص14

3۔ ایضاً، ص17

4۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، رہ نوردانِ شوق، لاہور: ادارہ ادب و تنقید، 1979، ص95

5۔ ایضاً، ص182

6۔ ایضاً، ص186

7۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، آوارگانِ عشق، لاہور: ادارہ ادب و تنقید، 1979، ص30

8۔ ایضاً، ص64

9۔ ایضاً، ص91

10۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، جلوہ ہائے صد رنگ، لاہور: ادارہ ادب و تنقید، 1985، ص32

11۔ ایضاً، ص84

12۔ ایضاً، ص124

13۔ ایضاً، 152

14۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، غزالانِ رعنا، لاہور: ادارہ ادب و تنقید، 1990، ص20

15۔ ایضاً، ص62

16۔ ڈاکٹر عبادت بریلوی، یارانِ دیرینہ، لاہور: ادارہ ادب و تنقید، 1988، ص60

17۔ ایضاً، ص61

18۔ایضاً،ص73

19۔ڈاکٹر عبادت بریلوی، آہوانِ صحرا،لاہور:ادارہ ادب و تنقید،1990،ص13

20۔ایضاً،ص31

21۔ایضاً،ص45

22۔ڈاکٹر عبادت بریلوی،بلاکشانِ محبت،لاہور:ادارہ ادب و تنقید،1989،ص13

23۔ایضاً،ص25

24۔ایضاً،ص39

References:

1. Dr. Ibadat Barelvi, *Yaad-e-Ahd-e-Rafta*, Lahore: Idara Adab-o-Tanqeed, 1988, p. 8
2. Dr. Ibadat Barelvi, *Shajar Haye Saaya Daar*, Lahore: Idara Adab-o-Tanqeed, 1991, p. 14
3. Ibid., p. 17
4. Dr. Ibadat Barelvi, *Rah Nawardaan-e-Shoq*, Lahore: Idara Adab-o-Tanqeed, 1979, p. 95
5. Ibid., p. 182
6. Ibid., p. 186
7. Dr. Ibadat Barelvi, *Aawargaan-e-Ishq*, Lahore: Idara Adab-o-Tanqeed, 1979, p. 30
8. Ibid., p. 64
9. Ibid., p. 91
10. Dr. Ibadat Barelvi, *Jalwa Haye Sad Rang*, Lahore: Idara Adab-o-Tanqeed, 1985, p. 32
11. Ibid., p. 84
12. Ibid., p. 124
13. Ibid., p. 152
14. Dr. Ibadat Barelvi, *Ghazalan-e-Ra'na*, Lahore: Idara Adab-o-Tanqeed, 1990, p. 20
15. Ibid., p. 62
16. Dr. Ibadat Barelvi, *Yaraan-e-Dereena*, Lahore: Idara Adab-o-Tanqeed, 1988, p. 60

17. Ibid., p. 61
18. Ibid., p. 73
19. Dr. Ibadat Barelvi, *Aahwaan-e-Sehra*, Lahore: Idara Adab-o-Tanqeed, 1990, p. 13
20. Ibid., p. 31
21. Ibid., p. 45
22. Dr. Ibadat Barelvi, *Balakshaan-e-Mohabbat*, Lahore: Idara Adab-o-Tanqeed, 1989, p. 13
23. Ibid., p. 25
24. Ibid., p. 39